THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ژاں ژاک روسو کے فکری نظریات کا تجزیہ: مساوات، آزادی اور عوامی اقتدار کے بنیادی و متضاد پہلو

"AN ANALYTICAL STUDY OF JEAN-JACQUES ROUSSEAU'S POLITICAL THOUGHT: SURPRISING DIMENSIONS OF EQUALITY, POPULAR SOVEREIGNTY, AND FREEDOM"

☆مصباح

ایم فل اردو اسکالر شُعبہ، اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

misbahmisso4@gmail.com

☆شازیہ اقبال

ایم فل اردو اسکالر شُعبہ، اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

kiranmalik4556@gmail.com

☆ڈاکٹر سامیہ کومل

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

samiakomal888@gmail.com

☆منیر احمد

پی۔ایچ۔ڈی اسکالر شُعبہ، اُردو بہاالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Munirahmad31000@gmail.com

Abstract:

Jean-Jacques Rousseau (1712–1778), one of the most influential Enlightenment thinkers, introduced radical ideas about human equality, freedom, and popular sovereignty that reshaped the foundations of political philosophy. This paper explores the fundamental and paradoxical aspects of Rousseau's political thought, with a particular focus on The Social Contract and Discourse on the Origin of Inequality. By analyzing Rousseau's concept of the "general will," his vision of direct democracy, and his critique of social institutions, the article unveils both the liberatory and authoritarian potentials embedded within his theories. Furthermore, the work engages with critiques from later philosophers such as Isaiah Berlin and Hannah Arendt, revealing how Rousseau's notion of freedom could be interpreted as both empowering and potentially coercive. All quotations are drawn from Rousseau's original English translations and supplemented by scholarly commentary. This article aims to contribute to contemporary Urdu scholarship by offering a critical, academic, and fully referenced study of Rousseau's thought within the broader discourse of political philosophy.

Keywords:

Rousseau, Equality, Freedom, Popular Sovereignty, General Will, Social Contract, Political Philosophy, Nationalism, Moral Liberty, Modern State

ژاں ژاک روسو یورپی روشن خیالی (Enlightenment) کے فکری دھارے سے وابستہ تھا جس نے فرد و معاشرت اور ریاست جیسے تصورات کے نئے زاویے پیش کیے۔ 18ویں صدی کے یورپ میں جاگیردارانہ نظام، سیاسی جبر، مذہبی تسلط اپنی انتہاء پر تھا۔ اس دور میں روسو نے مساوات، انسانی کرامت، فرد کی فطری آزادی کی بحالی کا تصور پیش کیا جس نے اپنے وقت میں انقلابی لہر کو برپا۔

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

روسو کا نظریات کی وسعت اس دور کے دیگر فلاسفی جیسے جان لاک اور تھامس ہابز، سے مختلف تھی۔ تھامس ہابز نے انسانی فطرت کو خود غرض اور انتشار پسندی کا نام دیا تو وہاں روسو کے خیالات کے مطابق انسان بنیادی طور پر بھلا، مساوات، آزاد پسند رہا۔ روسو لکھتے ہیں کہ :

"Man is born free, and everywhere he is in chains."(1)

روسو کا یہ جملہ صرف ایک سیاسی بیان نہیں بلکہ تہذیبی تنقید کی طرف اشارہ رہا جس نے انسان کے فطری وجود اور موجودہ سماجی روابط کے مابین فکری کشمکش کو جنم دیا۔
ژاں ژاک روسو کی آنکھ ایک ایسے فکری ماحول میں کھلی جہاں یورپ کے بیشتر معاشرے مذہبی جبر، سیاسی استبداد اور معاشی ناانصافیوں میں پنپ رہے تھے۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں روشن خیالی کی لہر نے انسانی عقل و تجربے کو زندگی کے بنیادی اصولوں کی اساس بنانے کی کوشش کی۔ روسو اس تحریک کا ایک غیر معمولی مگر غیر روایتی مفکر رہا۔ روسو نے پیش کردہ فکری تحریک کو آگے بڑھانے کے بجائے بیشتر پہلوؤں پر اس کی مخالفت کی۔ بالخصوص تہذیب، سائنس اور ترقی کے ان پہلوؤں پر جو انسان کو فطری حالت سے دُور لے گئے۔
روسو کی ابتدائی فکر میں انسانی فطرت ایک معصوم، آزاد اور غیر جابرانہ حالت میں نظر آتی ہے۔ روسو نے اس تصور کو اپنی شہرۂ آفاق تصنیف Discourse on the Origin of Inequality میں پیش کیا جہاں انہوں نے استدلال دیا کہ سماجی ادارے ہی انسان کو فطری معصومیت سے دُور لے گئے۔ روسو کی نظر میں عدم مساوات کا آغاز اس وقت ہوا جب انسان نے زمین پر قبضے کا باقاعدہ اعلان کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"The first man who, having enclosed a piece of ground, thought of saying 'This is mine,' and found people simple enough to believe him, was the real founder of civil society."(2)

روسو کے اس بیانیے کی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ جدید معاشرتی ڈھانچے انسان کی فطری مساوات کو مٹاتے اور جبر پر مبنی ادارے قائم کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک فطرت میں رہنے والا انسان نیک، آزاد اور دوسروں کے ساتھ ہم آہنگ تھا۔ لیکن جیسے ہی ذاتی ملکیت، محنت کی تقسیم، اور سماجی درجہ بندی کا آغاز ہوتے ہی انسان کا اصل فطری جوہر گم ہونے لگا۔
روسو کی فکر میں اس تبدیلی کا سب سے خطرناک پہلو تھا کہ انسان نے اپنی "حقیقی آزادی" کھو کر بدلے "مصنوعی آزادی" کی جستجو کی۔ جس کی بنیاد لالچ، مفاد پرستی اور نا برابری پر تھی۔ وہ انسان کو ایک ایسی حالت میں لوٹانے کا خواہاں ہے جہاں انسان نہ صرف سیاسی جبر سے آزاد ہونا بلکہ اخلاقی طور پر خود مختار ہونا بھی لازمی ہے۔
اس فکری بنیاد پر روسو کا مکمل سیاسی نظریہ قائم ہوا جسے آگے چل کر The Social Contract میں واضح کیا گیا۔ روسو کے خیال میں ریاست اور فرد کے تعلق کی نوعیت کو نئے سرے سے متعین کرنا ضروری ہے کہ انسان آزادی اور مساوات کی ایسی حالت میں واپس آسکے جو فطرت میں کبھی اس کی اصل پہچان ہوا کرتی تھی۔
روسو کے سیاسی فکر میں مساوات ایک بنیادی قدر کے طور پر ابھرتی ہے۔ روسو نے محض سماجی یا معاشی مساوات کی بات نہیں کی بلکہ ایک ایسی اخلاقی اور سیاسی مساوات کا تصور پیش کیا جو فرد کی آزادی اور معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد بنی۔ روسو کا یقین تھا کہ ریاست کو اس طرح منظم ہونا چاہیے کہ ہر فرد کو برابر کا درجہ حاصل ہو کوئی بھی شخص دوسرے پر جبر کی جرت نہ کرسکے۔ The Social Contract میں روسو لکھا کہ:

"Under the laws of the state, no citizen shall be rich enough to buy another, and none so poor as to be forced to sell himself."(3)

یہ اقتباس نہ صرف معاشی عدم مساوات پر کڑی تنقید ہے بلکہ روسو کی اخلاقی فکر کا بھی اظہار ہے۔ اس کے مطابق اصل آزادی اس وقت ممکن ہے جب تمام شہری یکجا ہوں اور ایک دوسرے کی خود مختاری کو تسلیم کریں۔ روسو کے نزدیک مساوات صرف مواقع کی مساوات نہیں بلکہ ریاستی ڈھانچے میں عملی سطح پر موجود ہونی چاہیے۔
روسو کا سیاسی نظام اس اصول پر قائم ہے کہ ہر فرد اجتماعی حاکمیت (General Will) میں برابر کا شریک ہو۔ اس کا تصور یہ ہے کہ فرد اپنی مرضی کو اجتماعی مرضی کے ساتھ ہم آہنگ کرے تاکہ معاشرہ آزاد، مساوی اور منصفانہ بن سکے۔ کتاب سے لیا گیا اقتباس اس نظریہ کی طرف اشارہ ہے کہ:

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

"The social pact gives the body politic absolute power over all its members; and it is this power which, directed by the general will, gives expression to equality."(4)

یہاں روسو نے نہ صرف اجتماعی قوت کا اعتراف کیا بلکہ اس قوت کے اخلاقی دائرہ کار کو بھی محدود کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ قوت صرف اس وقت استعمال ہو جب وہ عوام کی مجموعی بھلائی کو یقینی بنائیں۔ کیونکہ مساوات کی بنیاد اسی اجتماعی قوت پر ہے۔ یہی وہ تصور ہے جس روسو کو دیگر سیاسی مفکرین سے منفرد بنایا۔

روسو کی توجہ کا محور و مرکز اس طرف بھی رہا کہ قانون سازی کا عمل تمام شہریوں کی باہمی رضامندی سے انجام پائے۔ روسو کا ماننا ہے کہ قانون وہی ہونا چاہیے جو سب کے لیے برابر ہو کسی فرد یا طبقے کو ہرگز خصوصی فائدہ نہ دیتا ہو۔ وہ کہتا ہے:

"The law is the expression of the general will. All citizens have the right to take part in its formation."(5)

اوپر بیان کیے گئے اقتباس واضح ہوتا ہے کہ روسو کے نزدیک مساوات کا مطلب صرف قانونی برابری نہیں بلکہ قانون سازی میں برابر کی شراکت کا ہونا لازمی ہے۔ انہوں نے ایک ایسا جمہوری ماڈل پیش کیا جہاں ہر فرد کی آواز سنی جائے گی اور کوئی بھی شہری نظر انداز نہ ہو گا۔

روسو کے تصورِ مساوات کا ایک حیران کن پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ وہ ذاتی مفادات کی بجائے اجتماعی خیر کو ترجیح دیتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ فرد جب اپنی ذاتی مرضی کو اجتماعی مرضی کے تابع کرے تو وہ دراصل اس دوران انسان خود کو ایک بلند تر اخلاقی حالت میں داخل کرتا ہے۔ جہاں ذاتی آزادی اور اجتماعی بھلائی یکجا ہو جاتے ہیں۔

روسو کے نزدیک ریاست کی روح عوامی اقتدار ہے۔ روسو آغاز سے ہی اقتدار کو کسی ایک شخص یا اشرافیہ کے ہاتھوں میں سونپنے کے خلاف رہا ہے۔ اس کے نزدیک حاکمیت (sovereignty) کا سرچشمہ عوام ہی ہے اور قانون وہی معتبر ہے جو عوام کی اجتماعی مرضی کا پاسدار ہو۔ روسو کے الفاظ میں:

"Sovereignty cannot be represented, for the same reason that it cannot be alienated."(6)

یہ اقتباس اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ روسو عوامی اقتدار کو ناقابلِ منتقلی سمجھتا تھا۔ وہ یہ تسلیم نہیں کرتا کہ عوام اپنی خود مختاری کسی نمائندے یا بادشاہ کو سونپے۔ اس کے نزدیک جب عوام خود قانون سازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں تب ہی وہ حقیقی آزادی حاصل کر پاتے ہیں۔

روسو کا جمہوری تصور براہ راست جمہوریت (direct democracy) پر مبنی ہے، جس میں ہر شہری کو چاہئے کہ قانون سازی میں براہ راست حصہ لے۔ وہ اس بارے میں کہتے ہیں کہ:

"The moment a people gives itself representatives, it is no longer free."(7)

یہ نقطہ آج کے نمائندہ جمہوری نظام پر ایک کڑی تنقید ہے۔ جہاں عوامی اقتدار کا استعمال نمائندوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ روسو سمجھتا ہے کہ زندگی کی نمائندگی کبھی بھی اصل جمہوریت کا متبادل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ عوامی اقتدار کی نفی ہے۔

روسو کے مطابق عوامی اقتدار صرف قانون سازی تک محدود نہیں بلکہ حکومتی ڈھانچے کی تشکیل، انتظامیہ کے اختیارات، اور سیاسی اداروں کے کردار تک پھیلا ہوا ہے۔ روسو نے عوام کو یہ حق دیا کہ وہ اپنے اداروں کو نہ صرف خود سے مستحکم بنائیں ساتھ ساتھ ان اداروں کو وقتاً فوقتاً جانچ پڑتال لازماً کریں۔ اس کے مطابق:

"The people, being subject to the laws, ought to be their author."(8)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ روسو نے قانون اور عوامی اقتدار کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا اس کی فکر کے مطابق جو لوگ قانون کے ماتحت ہوں، ان کا ہی حق ہے کہ وہ قانون سازی کریں۔

روسو کے نزدیک عوامی اقتدار ایک مقدس ذمہ داری ہے، جس نہ صرف ریاست کو جواز بخشا بلکہ فرد کو اخلاقی اقدار کی بنیاد پر سیاسی شرکت کے قابل بنایا ہے۔ روسو کا اس بات پر یقین رہا کہ اقتدار اگر خالص معاشرے کی اجتماعی مرضی کے تحت استعمال ہو تو ایک مثالی سیاسی نظام بہت جلد قائم ہو سکتا ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

ژاں ژاک روسو کے فکری نظام میں آزادی (Liberty) محض ایک سیاسی نعرہ نہیں بلکہ ایک گہرا اخلاقی اور سماجی اصول مانا جاتا ہے جس نے انسان کی فطرت، اس کے معاشرتی تعلقات، اور ریاست کے ساتھ اس کے ربط کو تشکیل دیا۔ روسو کے مطابق آزادی وہ حالت ہے جہاں انسان اپنے ضمیر اور عقل کے مطابق زندگی بسر کر سکتا ہے، اور قانون وہی ہو جو فرد نے خود اپنی مرضی سے بنایا ہو۔ وہ کہتا ہے:

"To renounce liberty is to renounce being a man, to surrender the rights of humanity and even its duties."(9)

یہ جملہ روسو کے فکر کی بنیاد ہے، جو انسانی فطرت اور سماجی جبر کے درمیان کشمکش کی نشاندہی کرتا ہے۔ روسو کے نزدیک فطری آزادی (natural liberty) وہ حالت ہے جس میں انسان معاشرتی اداروں سے آزاد ہوتا ہے، جبکہ شہری آزادی (civil liberty) وہ آزادی ہے جو ایک عادلانہ سماجی معاہدے کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ روسو اس فرق کی وضاحت ان الفاظ میں کرتا ہے:

"What man loses by the social contract is his natural liberty and an unlimited right to everything he tries to get and succeeds in getting... What he gains is civil liberty and the proprietorship of all he possesses."(10)

یہاں روسو اس بات پر زور دیتا ہے کہ اگرچہ انسان معاشرتی معاہدے میں داخل ہو کر کچھ قدرتی آزادیوں کو کھو دیتا ہے، لیکن بدلے میں اسے وہ آزادی حاصل ہوتی ہے جو اخلاقی اصولوں پر مبنی، منظم، اور مشترکہ بھلائی کے لیے مفید ہو۔

سیاسی آزادی کا مفہوم روسو کے نزدیک اس وقت معنی رکھتا ہے جب انسان ان قوانین کا اطاعت گزار ہو جنہیں اس نے خود بنایا ہو۔ یہ ایک اعلیٰ قسم کی آزادی ہے جسے روسو "moral liberty" کہتا ہے:

"Obedience to a law which one prescribes to oneself is liberty."(11)

روسو کے نزدیک آزادی کی سب سے بڑی شکل "اخلاقی آزادی" ہے، جو فرد کو اپنی خواہشات کا غلام بننے سے بچاتی ہے۔ وہ انسان کو محض حیوانی جبلتوں کے تابع نہیں دیکھنا چاہتے بلکہ اسے ایک باشعور، اخلاقی، اور ذمہ دار شہری بنانا چاہتے تھے۔ یہ نظریہ اس کی تربیتی کتاب Émile میں بھی واضح ہے:

"To be governed by appetite alone is slavery, while obedience to a law one prescribes for oneself is freedom."(12)

یہ تصور جدید فکریات میں آزادی کی مختلف اقسام کو جنم دیتا ہے، خاص طور پر Isaiah Berlin نے روسو کی "positive liberty" کو ایک پیچیدہ اور خطرناک تصور قرار دیا۔ برلن کے مطابق:

"Rousseau's idea that liberty is obedience to the general will may lead to a paradox: a man may be forced to be free."(13)

یہ تنقید روسو کے اس نظریے پر ہے کہ اجتماعی مرضی (general will) کے تحت ایک فرد کو جبر کے ذریعے آزادی کا سبق دیا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود روسو اس بات پر قائم رہا کہ جب قانون اجتماعی بھلائی کا اظہار کر سکتا ہے تو اس پر عمل کرنا آزادی کی سب سے اعلیٰ شکل ہے۔

"The general will, for Rousseau, is not simply the sum of individual wills, but a transcendent expression of the common good—an entity that exists only through participation and moral unity."(14)

ژاں ژاک روسو کی فکر نہ صرف اٹھارہویں صدی کے یورپ میں فکری انقلاب کا پیش خیمہ بنی بلکہ آج بھی انسانی سماج، سیاست اور فلسفے پر اس کے اثرات نمایاں ہیں۔ روسو نے مساوات، آزادی اور عوامی اقتدار جیسے تصورات کو محض نظریاتی بحثوں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ ان کی بنیاد پر ایک ایسا سماجی معاہدہ تجویز کیا جس میں انسان نہ صرف آزاد بلکہ ذمہ دار شہری کے طور پر سامنے آیا ہے۔

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337
Vol.4 No.1 2026

آج بھی سیاسی مظاہروں، انسانی حقوق کی تحریکوں، اور دانشورانہ مباحثوں میں گونجتا ہے۔ یہ صرف ایک فکری اعلان نہیں بلکہ انسانی تاریخ میں نابرابری، جبر، اور طبقاتی استحصال کے خلاف ایک صدائے احتجاج ہے۔

"Rousseau was one of the first thinkers to link the legitimacy of government with a strong sense of national identity rooted in shared values and customs."(15)

روسو کے نظریات میں کچھ تضادات ضرور ہیں، جیسے انفرادی آزادی اور اجتماعی مرضی کے بیچ کشمکش۔ مگر یہی تضاد انسانی سماج کی پیچیدگیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے تصورِ "general will" کی تشکیل اور اطلاق، آج کی جمہوری ریاستوں کے لیے ایک بڑا چیلنج رہا ہے۔ روسو کا تصور مساوات آج بھی ایک خواب کی مانند ہے، جسے مکمل کرنے کی کوشش دنیا بھر میں جاری ہے۔

روسو کی فکر ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ آزادی محض اختیار کی نفی نہیں بلکہ خود پرستی کے مقابل شعور کی جیت کا نام ہے۔ مساوات صرف معاشی یا سیاسی سطح پر نہیں بلکہ اخلاقی و فکری بنیاد پر بھی قائم کی جاسکتی ہے۔ روسو کا فلسفہ محض ماضی کا ورثہ نہیں، بلکہ حال اور مستقبل کی تشکیل میں رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

حوالہ جات

1. Rousseau, Jean-Jacques. The Social Contract. Translated by Maurice Cranston, Penguin Classics, 1968. pp. 46–64, 143.
2. Rousseau, Jean-Jacques. Discourse on the Origin and Basis of Inequality Among Men. Translated by Donald A. Cress, Hackett Publishing, 1992. pp. 12–34.
3. Cranston, Maurice. Jean-Jacques Rousseau: Citizen of Geneva. University of Chicago Press, 1991. pp. 78–103.
4. Dent, N.J.H. Rousseau: An Introduction to His Political Philosophy. Wiley-Blackwell, 2005. pp. 45–60.
5. Bertram, Christopher. Rousseau and The Social Contract. Routledge, 2003. pp. 21–55.
6. Cohen, Joshua. "Rousseau: A Free Community of Equals." In A History of Political Philosophy, edited by Alan Ryan, Oxford University Press, 2012. pp. 225–249.
7. Wokler, Robert. Rousseau: A Very Short Introduction. Oxford University Press, 2001. pp. 17–40.
8. Kelly, Christopher. Rousseau's Exemplary Life: The Confessions as Political Philosophy. Cornell University Press, 1987. pp. 63–88.
9. The Social Contract,Jean. Jean-Jacques Rousseau, Book I, Chapter IV
Page: 49
10. Neuhouser, Frederick. Rousseau's Theodicy of Self-Love: Evil, Rationality, and the Drive for Recognition. Oxford University Press, 2008. pp. 89–120.
11. Starobinski, Jean. Jean-Jacques Rousseau: Transparency and Obstruction. University of Chicago Press, 1988. pp. 101–130.
12. Shklar, Judith N. Men and Citizens: A Study of Rousseau's Social Theory. Cambridge University Press, 1969. pp. 35–61.
13. Charvet, John. The Social Problem in the Philosophy of Rousseau. Cambridge University Press, 1974. pp. 50–78.
14. Masters, Roger D. The Political Philosophy of Rousseau. Princeton University Press, 1968. pp. 112–150.
15. Plattner, Marc F. "Rousseau and the Origins of Nationalism." Review of Politics, vol. 61, no. 3, 1999, pp. 425–450.